OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

اجماع صحابہ کی قانونی حیثیت: ایک تحقیقی مطالعہ

A Study of the Legitimacy of *Sahaba's* Consensus

Hafiz Abu Bakar Usman
Doctoral Candidate, Institute of Islamic Studies, Punjab University, Lahore
Dr. Hafiz Hasan Madni
Associate Professor, Institute of Islamic Studies, Punjab University Lahore

Abstract

After the passing away of the Blessed One, the consensus of the Companions was established. Just as according to all the jurists, Ijma is the evidence in the Shari'ah and is the main source of the Shari'a, in the same way, they all agree on the consensus of the Companions of the Prophet, may Allah bless them and grant them peace, and all the jurists declare that it is necessary to act on it. If there are many sayings of the Prophets, then the one that is closest to the Shariat should be adopted; But the followers and followers were not bound by this principle in the sayings of the followers. The Companions of the Prophet, may God bless them and grant him peace, were the first to realize this need; So, for this purpose, during the caliphate of Hazrat Omar, the great Companions of the Prophet, may God bless him and grant him peace, were prevented from going out; So that they can be taken advantage of to solve the problems that have arisen and what they all agree on is considered as the consensus of the Ummah.

Key Words: Sahaba, Consensus, Legitimacy

تمہید

اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی شان رکھنے والا مذہب ہے جسے قیامت تک اس دنیامیں اور انسانوں کے تمام مسائل واحکام کو حل کرنا ہے۔ اس کی تاسیس ایسی بنیادوں پر عمل میں آئی ہے جس میں بنیادی اصولوں میں مرکزیت کے ساتھ ساتھ وسعت پذیر مسلم معاشرے کے مسائل حل کرنے کے لیے لچک دار رویہ اپنایا گیا ہے۔ جس کا اندازہ مصادر شریعت پر ایک نظر ڈالنے سے ہوتا ہے۔ ماہرین اصول فقہ نے مآخذ شریعت کو جن چار اقسام پر منقسم کیا ہے ان میں سے قرآن وحدیث کا تعلق وحی الہی سے

CC BY

ہے اور دو اقسام اجماع و قیاس کا تعلق قرآن و سنت کی روشنی میں مجتہدین کے اجتماعی اور انفرادی قیاس سے ہے۔ اول الذکر دونوں مآخذ مستحکم اور پائیدار اصولوں پر قائم ہیں جبکہ موخر الذکر دونوں میں انسانوں کے اتفاق اور قیاس و فکر کا پورا پورا دخل ہے۔ ان کی حیثیت مقدم الذکر دونوں مآخذ کی طرح اٹل اور ناقابل تبدیل نہیں ہے۔ شریعت اسلامیہ میں احکام مسائل کے استخراج واجتہاد کے لیے جو مآخذ پیش نظر رہنے چاہییں وہ قرآن و سنت کے بعد سب سے اہم ترین ماخذ اور شرعی دلیل اجماع ہے۔ فقہ اسلامی کا تیسرا ماخذ اجماع ہے۔ اجماع کا لغوی معنی ہے کسی بات پر متفق ہو جانا؛ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ شُرَكَاءَ كُمْ[1]"تم اپنی بات طے کرلو اور اپنے شریکوں کو اکٹھا کرلو فقہاء کی اصطلاح میں اجماع کسی معاملہ پر امت اسلامیہ کے اہل علم طبقہ کے اتفاق کرنے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ اصول کی کتابوں میں ہے:وَہُو اِتِّفَاقُ أہْلِ الْحِلِّ وَالْعَقْدِ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم عَلٰى أمْرٍ مِنَ الأُمُوْرِ.[2]"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے اہل حل وعقد کا کسی بھی مسئلہ پر اتفاق کرلینا۔ علامہ علی بن محمد الآمدی (متوفی ۶۳۱ھ) فرماتے ہیں:اِتَّفَقَ أَكْثَرُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى أنَّ الاجْمَاعَ حُجَّةٌ شَرْعِيَّةٌ يَجِبُ الْعَمَلُ بِه عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ خِلاَفًا لِلشِّيْعَةِ وَالْخَوَارِجِ وَالنِّظَامِ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ.[3]"اکثر مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اجماع حجت شرعیہ ہے اور تمام مسلمانوں کا اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ ماسوائے شیعہ، خوارج اور معتزلہ میں سے نظام کے کہ وہ اس کو نہیں مانتے۔" امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اجماع کو حجتِ شرعیہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:"حجتِ شرعیہ صرف اللہ کی کتاب، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ کا اجماع ہے۔ علم کے تین درجات ہیں کتاب، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس مسئلہ میں ائمہ کا اجماع جس کے بارے میں کوئی نص شرعی موجود نہیں ہے۔"[4]نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں اجماع کا ثبوت نہیں ملتا؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ لوگوں میں موجود تھی اور کسی بھی مسئلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلمسے ہی رجوع کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر حمید اللہ (۱۹۰۸ء۔ ۲۰۰۲ء) لکھتے ہیں:"عہد نبوی میں اس کی ضرورت ہی نہیں تھی؛ اس لیے کہ اگر کوئی سوال پیدا ہوتا تو لوگ فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرما دیتے جو قطعی اور آخری ہوتا تھا۔ آپس میں مشورہ کرکے کسی پر متفق ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔"[5]لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکت کے تشریف لے جانے کے بعد عہدِ صحابہ میں اجماع کی بنیاد پڑی۔ جس طرح تمام فقہاء کے نزدیک اجماع شریعت میں حجت ہے اور شریعت کا بنیادی ماخذ ہے، اسی طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع پر بھی سب کا اتفاق ہے اور تمام فقہاء اس پر عمل کو لازم قرار دیتے ہیں اور اگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال متعدد ہوں تو جو قول شرعت لے قریب تر ہو اسے اختیار کیا جائے؛ لیکن تابعین اور تبع تابعین کے اقوال میں اس اصول کے پابند نہیں تھے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سب سے پہلے اس ضرورت کو محسوس کیا؛ چنانچہ اس مقصد کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں کبار صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو باہر جانے سے روک دیا گیا تھا؛ تاکہ پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے ان سے فائدہ اٹھایا جاسکے اور جس پر یہ تمام متفق ہو جائیں اسے اجماعِ امت سمجھا جائے۔

1) اجماع عام
2) اجماع خاص

اجماع خاص کو ایک اور نام بھی دیا جاتا ہے (الاجماعات الخاصتہ) اس سے بعض علماء استدلال کرتے ہیں جو جمہور کے علاوہ ہیں اس کی چند انواع ہیں۔

1) اجماع صحابہ

مسلک ظاہریہ کے اکثر علماء اجماع میں صرف صحابہ کرام کے اتفاق کو حجت تسلیم کرتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے۔

2) صرف چار خلفاء راشدین کا اتفاق رائے۔
یعنی حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی کا اتفاق رائے مراد ہے۔
وہ اس سے احتجاج پکڑتے ہیں اور اسے اجماع کا نام دیتے ہیں یہ بھی باطل ہے۔

3) اتفاق حضرت ابو بکر اور اتفاق حضرت عمر فقط بعض علماء اس سے دلیل پکڑتے ہیں اور اسے اجماع کا نام بھی دیتے ہیں یہ بھی باطل ہے۔

4) اہل مدینہ کا اتفاق:
امام مالک سے حکایت ہے وہ اسے اجماع کا نام دیتے تھے اور اسی سے دلیل پکڑتے تھے یہ بھی باطل ہے۔

5) اہل بیت اور اہل عترت کا اتفاق کرنا۔
شیعہ امامیہ اور زیدیہ حضرت علی ان کے دونوں بیٹوں حسن حسین اور ان کی والدہ محترمہ کے اتفاق رائے کو اجماع کا نام دیتے ہیں جبکہ یقینا یہ بھی باطل ہے۔[6]

ان پانچوں کے بطلان کی وجہ یہ ہے کہ یہ امت چند لوگ ہیں ہیں اور امت کے معدود افراد کے اتفاق کو اجماع قرار نہیں دیا جاسکتا۔

آثار صحابہ برائے حجیت اجماع

ہم ان کے منقولات کو دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔
1) اقوال صحابہ
2) تعامل صحابہ

اقوال صحابہ

حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد ہے:ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسنٌ وما راه المسلمون قبيحا فهو عند الله قبيح[7] جس چیز کو مسلمان اچھا جانے وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے اور جسے تمام مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بری ہے۔ یہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث کا جز ہے جو عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہے۔ حضرت ابو مسعود انصاری سے مروی ہے فرماتے ہیں۔اتقوا الله وعيلكم الجماعة فان الله لم يكن ليجمع أمة محمد على ضلالة[8]"اللہ سے ڈرو اور جماعت کے ساتھ رہو کیونکہ اللہ محمد کی امت کو کبھی کسی گمراہی پر مجتمع نہیں فرمائے گا۔"

3) حضرت عمر نے اپنے مشہور قاضی شریح کو عدالتی فیصلوں کے حوالے سے جو بنیادی اصول لکھ بھیجے ان میں اہم اصول یہ تھا اگر کوئی مسئلہ قرآن و سنت میں نہ ملے تو امت کے اجتماعی فیصلے پر عمل کریں. امام شعبی نے ان کا فرمان ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔كتب عمر إلى شريح أن اقض بما في كتاب الله فإن أتاك أمر ليس في كتاب الله فاقض بما سنّ رسول الله فإن أتاك ليس في كتاب الله ولم يسنه رسول الله صلى الله عليه وسلم فانظر له الذي اجتمع عليه الناس فإن جاءك أمر لم يتكلم فيه أحد فأي الأمرين شئت فخذ به إن شئت فتقدم وإن شئت فتأخروا ولا أرى التأخر إلا خيرا لك [9]"
حضرت عمر نے قاضی شریح کو لکھ بھیجا کے تمام فیصلے قرآن کے مطابق کرو اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مقدمہ آئے جس کا صریح حکم نہ قرآن میں ہو اور نہ ہی رسول کی سنت میں۔ تو تم اس کے لیے وہ فیصلہ تلاش کرو جس پر سب متفق ہو چکے ہو اور اگر ایسا مقدمہ ہو جس کے متعلق کسی کا فیصلہ موجود نہ ہو تو اب دو صورتوں میں اس سے جسے چاہیں اختیار کرو چاہو تو آگے بڑھ جاؤ یعنی اجتہاد سے فیصلہ کرنا اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ یعنی اہل علم سے پوچھ لو اور میں

تمہارے لئے پیچھے ہٹنا ہی بہتر شمار کرتا ہوں۔

4) فتاوی ابن تیمیہ میں اس کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔**اقض بما في كتاب الله فإن لم تجد فبما في سنّة رسول الله فإن لم تجد بما قضى الصالحون قبلك وفي رواية فبما أجمع عليه المسلمون.**[10] کتاب اللہ پر فیصلہ کرو اگر کتاب اللہ میں نا پاؤ تو سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کرو اگر وہاں بھی نا مل سکے تو اپنے سلف صالحین کے فیصلہ پر فیصلہ کرو اور دوسری روایت میں ہے جس پر مسلمانوں کا اتفاق ہو۔

اجماع کے بارے صحابہ کا تعامل ان مثالوں سے واضح ہو گا۔

1) جناب ابو بکر کا معمول تھا جب ان کے سامنے کوئی قضیہ پیش ہوتا تو اس بابت کتاب اللہ پر نظر ڈالتے اور اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر قرآن ایسے کسی مسئلہ میں رہنمائی سے عاری ہوتا تو آپ رسول اللہ کی سنت جس کا آپکو علم ہوتا اس کے مطابق فیصلہ فرماتے۔ اگر وہاں بھی قرآن مقدس والی صورت پیش آجاتی تو باہر تشریف لاتے اور مسلمانوں سے پوچھتے اس مسئلہ میں تمہیں حضور کا کوئی فرمان یا عمل معلوم ہے۔ اگر صحابہ کی جماعت سے آپ کا کوئی قول فرمان یا عمل مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے اگر نہ ملتا تو ان سر کردہ لوگوں میں سے بہترین لوگ جمع کرتے ان سے مشورہ لیتے اور جب ان کی رائے کسی بات پر اتفاق کر جاتی تو عمل فرماتے۔ مثلاً تدوین قرآن کا مسئلہ، اسامہ کی روانگی، مدعیان نبوت کا قلع قمع وغیرہ کرنا۔[11]

2) حضرت عمر کا طرز عمل بھی یہی تھا وہ کتاب اللہ سنت رسول اور ابو بکر کے عمل کے بعد اجماع صحابہ سے معاملات اور مسئلہ طے کرتے تھے۔ مثلاً شام اور عراق کی زمینوں کا مسئلہ، نماز جنازہ میں چار تکبیرات، شراب کی حد، اسی کوڑے اور غسل جنابت وغیرہ ان تمام ہنگامی مسائل کو آپ نے اجماع صحابہ سے حل فرمایا۔[12]

3) حضرت علی اور حضرت عباس اور دیگر تمام صحابہ کرام کتاب و سنت کے بعد حضرات شیخین کے فیصلوں سے فتویٰ دیتے تھے۔[13]

4) صحابہ کرام کے زمانہ مبارک میں جن باتوں کے متعلق اتفاق رائے ہوا ان میں میں دادی کے لیے ترکے کا چھٹا حصہ ملنا اور یہ کہ اس ترکے کی تنہا مالک ہو سکتی ہے۔ اور اس میں بھی حصہ دار ہو سکتی ہیں۔ اس طرح کوئی عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو ایک ساتھ ایک مرد نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا۔ نیز صحابہ کا اس بات پر بھی اتفاق ہوا تھا کہ مسلمان عورت کا غیر مسلم مرد کے ساتھ نکاح باطل ہے الغرض بے شمار مسائل صحابہ کے اجماع کے مظاہر ہیں۔[14]

فقہاء امت اور اصولیین کی آراء

جمہور آئمہ مسلمین اجماع کو حجت تسلیم کرتے ہیں جن کا خاکہ درج ذیل میں درج ہے۔

1) احناف

احناف کی تصریحات شاہد ہیں کہ امام ابی حنیفہ اور ان کے اصحاب کے ہاں اجماع اپنی تمام تر اقسام کے ساتھ حجت ہے۔[15]

2) مؤطا امام مالک کا مطالعہ اس بات سے آگاہی دیتا ہے آپ اجماع کے بڑی شد و مد کے ساتھ قائل تھے چنانچہ جگہ جگہ آپ نے اہل مدینہ کے اجماع کی طرف اشارات کیے ہیں تو جب وہ شریعت میں اپنے شہر کے اہل علم کے اجماع کو حجت مانتے ہیں تو تمام صحابہ کے اجماع کو تو بدرجہ اولیٰ تسلیم کرتے ہوں گے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ علماء کے نزدیک اہل مدینہ کا اجماع اس سے مراد صرف وہی اجماع ہے جو قرون ثلاثہ میں منعقد ہو اور نہ بعد کے زمانوں کے اجماع کو خود امام مالک حجت نہیں مانتے ہیں۔[16]

3) امام شافعی نے بھی اجماع کو قانون سازی کے اہم ماخذ کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ بلکہ وہ پہلے اہل علم ہیں جنہوں نے اصول فقہ پر اپنی مشہور رسالہ میں اسے مستقل طور پر تسلیم کر کے اس کی حجت کے زور دار دلائل دیے ہیں۔[17]

4) امام احمد اور داؤد ظاہری اور ایسے ہی امام ابن حزم صرف صحابہ کرام کے اجماع کو تسلیم کرتے ہیں۔ ادارہ خلافت کے ختم ہو جانے کے باعث ذرائع رسل ورسائل میں نقص لازم آیا۔ اسلامی حکومت کے زوال کے باعث امام احمد بن حنبل زمانہ بعد از صحابہ کے اجماع کو ناممکن تصور کرتے تھے ورنہ اجماع کی حجیت فی نفسہ ان کے نزدیک متنازعہ نہیں ہے۔ دوسرے علماء نے ان سے قول نقل کیا ہے کہ ان کے ہاں یہی ہے کہ راجح اجماع صرف صحابہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔[18]

متاخرین فقہاء کا نقطہ ہائے نظر

خلفاء کا اجماع ابو حازم حنفی اور امام احمد بن حنبل کے ہاں ایک روایت میں کہ چاروں خلفاء کا اجماع حجت ہے ان کا استدلال اس روایت سے ہے[19]

1) علامہ شاطبی کی رائے فرماتے ہیں. و کل من خالف الاجماع ف ہو مخطئ[20] اجماع کا ہر مخالف غلطی پر ہے کیونکہ یہ لوگ غلطی پر مجتمع نہیں ہو سکتے ہیں ان کا کوئی عمل یا ترک کے عمل سنت ہے۔ اور امر معتبر ہے اور ہدایت ہے۔ فخر الاسلام بزدوی کی رائے۔ ان کے نزدیک صحابہ کرام کا اجماع (یقینی طور پر معلوم ہو) حجت میں کتاب اللہ اور خبر متواتر کے برابر ہے۔ یعنی ان کے نزدیک اجماع صحابہ اپنی قطعیت میں خبر واحد سے فائق ہے۔[21]

2) دولیبی کی رائے۔

انہوں نے اجماع کی قوت کو کا الکتاب والسنہ لکھا ہے۔[22]

3) المرداوی کی رائے

انہوں نے بعض اصولیین سے اجماع قطعی کے منکر کو کافر نقل کیا ہے۔[23]

4) احمد حسن کی رائے ان کی کتاب The doctrine of ijma in islam میں رقم طراز ہیں:

(الف) "امت اسلامیہ کو بار بار ایک جماعت یا امت کے نام سے پکارا جاتا ہے اپنی تعریف کے اعتبار سے ہی اتحاد اور استحکام پر دلالت کرتا ہے۔"

(ب) ان کے نزدیک جماعت سے سختی سے وابستگی کے تصور نے قوم کو متفقہ فیصلوں کی ہدایت کے تصور کو بارہ ہے

The concept of strict and Harris to the jama give rise to rise the idea of the infallibility of the agreed decisions of the community[24]

(ج) وہ امام غزالی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اجماع کے منکر کو اصولا بدعتی پکارا گیا ہے۔[25]

(د) وہ کہتے ہیں اجماع سے قبل سنت جماعت کو متحد رکھنے والی طاقت تھی گو پہلی اور دوسری صدی کے اسلامی ادب میں یہ اصطلاح بار بار فنی یا نیم فنی مفہوم میں استعمال ہوئی۔ اس میں اختیار کی وہ قوت نہیں جو سنت کی اصطلاح میں ہے۔ اندازادوسری صدی ہجری کے وسط میں سنت اور اجماع ایک دوسرے کے اتنے قریب تھے کہ دونوں اصطلاحات ایک دوسرے کے لیے مستعمل رہی ہیں۔[26]

(ر) جناب معاویہ کے دور میں اور ساتھ ساتھ حضرت حسن کے دور میں یعنی ہماری مراد دونوں کی خلافت کے کے ادغام کا سال مراد ہے.

اس سال کو عام الجماعۃ کہنے کی وجہ وہ امت کا جنگ وجدل سے نفرت اور اتفاق سے محبت کو بتاتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے

ہیں۔

عقلی استدلالات

قرآن و سنت کی نصوص اور منطقی دلائل سے لبریز ہیں جن سے اجماع کے ثبوت میں شک نہیں رہ جاتا ہے۔ مگر آثار صحابہ اور آئمہ سلف کے اقوال کے بعد عقلی استدلال کو موقع استدلالات پر نظر انداز کرنا انصاف نہیں ہو گا۔ کیوں کہ عقلی استدلالات کے موجد بھی آئمہ سلف ہی ہیں۔

1) اجماع کا تصور سب سے پہلے عہد صحابہ میں ہی جنم پزیر ہوا۔ جبکہ ان کے سامنے قرآن و سنت بھی موجود تھے۔ مگر ان سب کے باوجود انھوں نے بعض علمی مقامات پر استدلالات کو موقع فراہم کیا۔ بعد از اتفاق کسی قطعی نتیجہ پر پہنچے۔ ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کے پاس قرآن و سنت سے کوئی دلیل موجود تھی۔

2) صحابہ کرام کے اجماع کے بعد ان سب سے پہلے باخبر ہونے والے تابعین تھے۔ ان لوگوں نے ان پر تنقید نہیں کی بلکہ انہیں قبول کیا حالانکہ ان میں بھی علمی فکری وسعت اور نیک نیتی کی کمی نہیں تھی۔ ایسے ہی بعد کے زمانے والوں نے جو اجتہادات اتفاقی وقوع پذیر ہوئے ہوئے انہیں بعد کے زمانے والوں نے قبول کر لیا۔
جو اس بات کی دلیل ہے کہ اجماع ہر دور میں حجت رہا ہے۔

3) فرد واحد کے اجتہاد کی صورت میں تو یہ احتمال و امکان نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کہ مجتہد نے کسی ضروری مسئلے کو سامنے نہ رکھا ہو۔ مگر جب اس عہد کے تمام مجتہدین کی رائے ایک ہو جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہو گی کہ اس اجتہاد میں غلطی کا امکان نہیں ہے ہے۔ مگر علم کی دنیا بڑی بے رحم ہوتی ہے۔ فکر فراہی کے موجودہ دور کے سپوت اس نکتہ کو ماننے کو تیار نہیں۔ بلکہ وہ اس نقطہ کے انکار کے باوجود من کل الوجوہ اجماع کے منکر بھی نہیں ہیں۔

اس سلسلہ میں استاد ابو زہرہ کا قول نہایت خوب صورت ہے کہ۔ اجماع کی حجیت پر تمام امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ اور کسی بھی زمانہ میں اس کی حجت ہونے سے انکار نہیں کیا گیا۔[27] یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن و حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے جو اس مسئلہ کی تائید کریں؟ جواب ہے کہ کیوں نہیں مگر حجت اجماع کی بحث میں وہ سارے دلائل ما قبل گزر چکے ہیں۔ وہ سب کے سب بالاولی حجیت اجماع صحابہ کے دلائل بنتے ہیں۔ مگر تکرار سے بچنے کی بناء پر ان کے اعادہ سے گریز کیا گیا ہے۔ اور اسی لیے اجماع کی دیگر انواع اور اور تفہیمات کو ذکر کرنے سے اعراض کیا جا رہا ہے۔ اصولین اس بات پر متفق ہیں کہ صحابی کا ایسا قول جس میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہیں ہے لے لیا جائے گا کیونکہ وہ مرفوع کے حکم میں ہو گا یعنی خبر توفیقی بن جائے گا۔ اب جب اس بات پر اجماع ہو تمام صحابہ کا یا اس کا کوئی مخالف نہ ہو تو بالاوئی حجت بنے گا مگر کیا صحابی کا قول دوسرے پر حجت نہیں ہے۔[28] ہم ان کے امثال میں اعمال کا ثواب۔ امور غیبیہ۔ جنت جہنم کی بابت کلام۔ عذاب قبر۔ حشر۔ صفات ملائکہ وغیرہ کو داخل کر سکتے ہیں۔ مگر اس میں بھی شرط ہے کہ وہ اہل کتاب سے روایت لینے ہیں مشہور نہ ہو امام احمد کا قول ہے کہ جو اجماع کا دعوی کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ یہ امام مصعب کا قول۔ علامہ المرداوی نے یہ قول التحبیر میں نقل کیا ہے۔ اصل میں معتزلہ فقہاء پر نکیر اور انکار کرنا ہے امام صاحب کا جو فی الفور اجماع کا دعوی داغ دیتے تھے۔ حالانکہ انہیں رسول اور تابعین کے اقوال کا کا معتد بہ علم نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح کا کلام امام شاطبی نے بھی الاعتصام میں نقل کیا ہے۔[29]

امثلہ اجماع صحابہ

چنانچہ عہدِ صحابہ میں اجماع کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہے:

(1) مثال کے طور پر صحابہ کرام نے فیصلہ کیا کہ اگر کوئی شخص زکوۃ کا منکر ہے تو اس کو اسی طرح سمجھا جائے گا، جیسے کوئی شخص نماز کا منکر ہو اور جو نماز کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ لہٰذا زکوۃ کے منکر کو بھی دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔

صحابہ کرام نے سیدنا صدیق اکبر کی سربراہی میں ان لوگوں کے خلاف جہاد کیا جنھوں نے زکوٰۃ کا انکار کیا تھا۔ شروع میں بعض صحابہ کو یہ سمجھنے میں تامل ہوا کہ نماز اور زکوٰۃ کو ایک سطح پر کیسے رکھا جائے اور کسی ایک جزوی حکم کو نہ ماننے کو پوری شریعت کے انکار کے برابر کیسے مانا جائے؛ لیکن سیدنا صدیق اکبر نے قسم کھا کر فرمایا کہ قسم خدا کی میں نماز اور زکوٰۃ کے درمیان کوئی فرق نہیں کروں گا اور جس نے یہ فرق کیا میں اس کے ساتھ جنگ کروں گا، یہاں تک کہ میری جان چلی جائے۔[30] ان کے اس موقف پر آخر کار اجماع صحابہ ہو گیا۔

(2) اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام اور عراق کی مفتوحہ زمینوں کو فوج میں تقسیم کرنے کی بجائے وقف قرار دیا اور اس پر بھی صحابہ کا اجماع ہو گیا[31]. اور اس کی سند یہ تھی کہ زمین ان کے اصل باشندوں کے پاس رکھی جائیں اور ان پر خراج عائد کر دیا جائے؛ تاکہ مسلمانوں کو آمدنی ہو اور بیت المال مضبوط ہو جس کے نتیجے میں فوجیوں، سرکاری ملازمین، ضرورتمندوں کے اخراجات کا بندوبست ہو سکے اور دیگر رفاہی کام بھی انجام دیے جا سکیں۔

(3) واقعہ یمامہ میں قرّاء کی بڑی تعداد کی شہادت کے بعد اس اندیشہ کے پیشِ نظر کہ اگر قراء یونہی شہید ہوتے رہے تو کہیں قرآن ضائع نہ ہو جائے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآن کو مصحف کی صورت میں جمع کرنے پر اصرار کیا اور تمام صحابہ کرام نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اس طرح صحابہ کرام کے اس اجماع کی صورت میں قرآنِ کریم کی تدوین عمل میں آئی۔[32]

(4) تیسری مرتبہ چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہوا۔[33]

(5) حضرت عمر کا نماز تراویح کے لئے جماعت معین فرمایا اور سب صحابہ کا سکوت اختیار کرنا.

(6) حضرت علی المرتضی کے پیش کردہ مشورہ پر شراب پینے والے کے لئے اسی کوڑے کی سزا کا متعین کرنا اور صحابہ کا خاموشی اختیار کرنا اتفاق کرنا اور کسی کا تردید نہ کرنا۔

(7) حضرت صدیق اکبر کا قرآن مجید کو مصحف کی صورت میں جمع کرنا منکرین زکوۃ سے جہاد کرنا اور کسی کا تردید نہ کرنا۔ حضرت عثمان کا جمعہ کے دن پہلی اذان کا اضافہ فرمانا لوگوں کو ایک متن پر جمع کرنا صحابی کی عمومی خاموشی اس کی گواہ ہے۔ تمیم داری کا سب سے پہلے مسجد میں چراغ روشن کرنا۔ صحابہ کا سکوت کرنا۔ حضرت عثمان کا مسجد کو پختہ بنانا اور دلیل کے بعد سب کا اتفاق کرنا۔[34]

تابعین کی طرف سے مخالفت کی صورت میں اجماع صحابہ کا حکم

اس میں دو موقف ہیں۔

اس میں مذہب صحابہ شافع اکثر متکلمین اور صحابہ ابی حنیفیہ اور ایک روایت امام احمد سے بھی ہے کہ جب تک اس سب کا دور ختم نہ ہو جائے یعنی جو اجتہاد کرنے والے ہیں ان کا دور تو ایسی صورت میں تابعی کی مخالفت اثرانداز ہو گی اگرچہ تابعی صحابہ کے اجماع کے بعد مجتہد کے درجہ پر پہنچا ہے۔[35] دوسرا قول جو متکلمین اور ایک اور روایت میں احمد بن حنبل سے بھی ہے۔ کہ ان لوگوں کی مخالفت کوئی پرواہ نہیں کی جائے گی[36] اس سے پہلے کہ ہم منکر اجماع پر قلم لگانے کی بابت بحث کا آغاز کریں ضروری ہے کہ اہل علم کے نزدیک اجماع کے درجات اور اقسام کو مدنظر رکھا جائے۔

احناف کے اعتبار سے اجماع صحابہ کی اقسام و درجات۔

یہ لوگ اسے چار درجات اور اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

1) صحابہ کا اجماع کسی حادثہ پر بطور نص۔

2) بعض صحابہ کا اجماع بطور نص اور بعض کا سکوت کے ساتھ پہلے اجماع کو بمنزلہ قرآن کی آیت قرار دیتے ہیں۔ اور دوسرے اجماع کو متواتر کے درجہ میں شمار کرتے ہیں۔[37] جیسے ان کا اجماع کے اللہ کے رسول رفیق اعلی کی طرف کوچ فرما چکے ہیں۔ یا امہات ولد کی بیع سے منع پر ان کا اتفاق کرنا۔[38] یا ان کا ایک ہی بار میں لفظ تین طلاق کو تین شمار کرنا۔

امام شافعی کے نزدیک اجماع کے مراتب

انہوں نے اس پر اجماع کو دو اقسام پر مطبق کیا ہے۔

1) خبر العامہ عن العامہ اسے یقینی قرار دیتے ہیں۔[39]

اور دوسرے اجماع کو خبر الخاصہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

ان کا کلام بتاتا ہے کہ اس اجماع کا مرتبہ پہلے اجماع سے کم ہے۔

ابو محمد بن قدامہ کے نزدیک اجماع کی قسمیں۔

انہوں نے صرف دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

1) المقطوع یعنی جس پر مکمل اتفاق رائے ہو تمام شروط کے ساتھ اور اہل تواتر نے اسے نقل کیا ہو۔

2) المظنون جن میں المکتوب کی کوئی ایک قید کا عدم پایا جائے۔[40]

منکر الاجماع کے احکام

1) جب اجماع معلوم من الدین بالضرورۃ سے ہو۔ جیسے نماز کی فرضیت زنا کا حرام ہونا۔ تو ایسی صورت اس سے انکار سے اللّٰہ کے رسول کی تکذیب لازم آتے ہیں نتیجہ ایسا انکاری قطعا کافر ہو گا۔[41]

2) جب اجماع شدہ ہیں شئی یا مجمع علیہ وہ لوگوں میں مشہور ہو اور اس پر نص بھی موجود ہو۔ جیسے بیع کا حلال ہونا وغیرہ تو اس کا منکر کافر نہیں ہو گا۔[42]

3) جب مجمع علیہ منقوص اور مشہور ہو تو اس کے حکم میں تردد ہے۔[43] لیکن امام حرمین نے اس پر ایک تعلیق کی ہے اگر بندہ اس ذریعے کا انکار کرے جس شرح کو ثابت کیا جارہا ہے تو وہ کافر نہیں ہو گا۔ مگر اس شئی کی شریعت تسلیم کرنے کے بعد اعتراف کے بعد انکار کرے تو ایسی صورت میں وہ پوری شریعت کا منکر سمجھا جائے گا۔[44]

اجماع صحابہ میں بسا اوقات ان کا اجماع دلیل شرعی کو واضح کرتا ہے۔ اور یہ صرف صحابہ کے لئے ہے ان کے غیر کے لیے نہیں کیوں کہ انہوں نے اللہ اور رسول کا مشاہدہ کیا ہے اور ان سے دین لیا ہے۔ اگر اس بات کو کو مان لیا جائے کہ ان کا اجماع دلیل شرعی نہیں بن سکتا ہے لیکن ان کا اجماع کرنا اس بات پر کہ یہ حکم شرعی ہے۔ فلاں واقعہ میں یا فلاں واقعہ کا شرعی حکم یہ ہے یہ اس لیے کہ یہاں وہ حکم کی روایت کر رہے ہیں اگرچہ دلیل کو روایت نہیں کر رہے ہیں۔ ان کا ایسا اجماع جس میں وہ نص کے مدلول کو نقل کرتے ہیں مگر لفظ کو نقل نہیں کرتے ہیں۔ یہ بتاتا ہے اعمال پر اجماع ہے۔ ان کا اجماع نص کے خاتمہ اور حکم کے بقاء کو بتاتا ہے۔

بعض واحد صحابی کا اجماع صحابہ کی مخالفت کرنا اور اس کا حکم

جیسے حضرت عبد اللہ بن مسعود کا اس بات سے انکار کرنا کے معوذتین قرآن کا حصہ نہیں ہیں۔ ایک حوالہ میں سورہ فاتحہ کا بھی ذکر ہے۔[45] اس کا حکم یہ ہے کہ جلیل القدر ہستی کو خطاء اپنی لپیٹ لے سکتی ہے یہ ناممکن نہیں ہے۔ ہم اس مسئلے میں اجماع صحابہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور ابن مسعود کا موقف اللّٰہ کے حوالے کرتے ہیں۔ صحابہ کا نص کی مخالفت کی صورت میں حق نص ہی ہے۔ جیسے حضرت عبد اللہ بن عباس کا تحریم متعہ کے بارے موقف جو کہ صحیح سند سے ثابت اسی طرح ان کا رجوع بھی ثابت

ہے۔[46] اسی طرح سے صلح حدیبیہ کے موقع پر جہاں حضرت علی اور حضرت ابو بکر صدیق کی طرف سے لفظ رسول کے مٹانے مخالفت سامنے اس کے ساتھ جمہور صحابہ سے بھی ایک مخالفت کا منظر سامنے آیا۔[47] دور عثمان میں حج تمتع کی مخالفت حضرت علی سے مخالفت منقول ہے۔[48] حضرت عبد اللہ بن عمر کا حضرت عمر کی مخالفت کرنا تمتع کے معاملے پر کیونکہ ان دونوں جگہ پر نص موجود تھی اور یہی حق تھا۔ باوجود حضرت عمر کا مقصود بھی نص کی مخالفت نہیں تھا)[49]

تین طلاقوں کے عدم وقوع پر اجماع صحابہ

عہد فاروقی دو سال اور عہد صدیقی اس تمام دور تک تمام صحابہ و تابعین کا اتفاق تھا کہ یک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اجماع امت تھا۔[50] علامہ البانی فرماتے ہیں مسلمانوں کے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کے ابتدائی دور کے اجماع کو چھوڑ کر حضرت عمر کے اجتہاد یارائے کو لینا اللہ کی قسم یہ اسلام کے فقہی تاریخ کا عجوبہ ہے۔[51] حضرت عمر کا دوسرا فرمان شرعی فتویٰ نہیں تھا بلکہ یہ ایک طرح کی سزا اور تعزیر تھی اور عقوبتیں زمانہ اور اشخاص کے بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔[52] بعض الناس کا یہ جھوٹا پروپیگنڈا کہ تین طلاق کے ایک ہونے کا فتوی سب سے پہلے امام ابن تیمیہ نے دیا ہے۔ بلکہ ابن قیم فرماتے ہیں برابر ہر دور میں تین طلاق کے ایک ہونے کا فتوی موجود رہا۔[53] بلکہ بریلوی علماء میں پیر کرم شاہ ازہری فرماتے ہیں ہر زمانے کے آئمہ کے اختلاف کے باوجود کہنا کہ یہ مجمع علیہ ہے یہ بڑے دل گردے کا کام ہے۔[54]

محمد بن مقاتل رازی (248) کا فتوی

حنفی مذہب میں بھی دو قول ہیں جن میں ایک قول ہے تین طلاق ایک ہوں گی۔ اسے محمد بن مقاتل الرازی نے اختیار کیا ہے۔[55] دیوبندی حضرات کا کا عملی مظاہراہ جس میں محفوظ الرحمن قاسمی نے اپنے تحقیقی مقالہ میں فرمایا (ہمارے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھا جائے) مولانا شفیع صاحب دیوبندی کا فتوی یہی ہے۔ جب اجماع کسی شرعی فتوے پر ہے ہی نہیں تو جواب کیسا؟

خلاصہ بحث

1- تمام تر اختلافات کے باوجود امت محمدیہ کا کوئی فرقہ کسی نا کسی صورت میں اجماع کا معترف ہے۔
2- جزوی اختلاف سے انکار ممکن نہیں۔
3- امور تعبدیہ میں اجماع صحابہ اور دلالۃ النص کی صورت میں کسی کی طرف سے انکار ممکن نہیں۔
4- بعض اشیاء یا امور بطور اجماع مشہور تو ہیں لیکن وہ اجماع نہیں ہیں۔
5- اجماع اور نص میں اختلاف کی صورت میں حق صرف اور صرف نص ہو گا۔

References

1 Yonus,7
2 Al.bizavi, Nasir al-din Abu alkher Abdullahbin Umarbin Muhammad, Minha.jalsool ila elm .asool , 24
3 Alamdi,Ali bin Muhammad,alahkam fi asool. Alhkam , 266
4 Aljozia,abn qiyam,Muhammadbin abu bakar,Aelam .ul muaqeenv.1:30
5 Muhammad Hameed ullah,Khutbat.e. bahalpoor,75
6 Zedan, Abdu l Karem, Al Muhazab Fi Ilm e Usool Fiqh Al Muqarin,[Al Riyaz, Maktabah Al Rushad, 2009] 450
7 Muhammad, Muata, 140
8 Baghdadi, Abu Bakar Ahmad bin Ali, [Dar Ibn ul Jozi,1996] 5:167
9 Khateb Bhaghdadi, Al Faqeh wal Mutafaqih, 5:167

10 Ibn e Taimiyah, Fatawah,10:201
11 Tirmizi, Al Sunan, Abwab ul Tafser
12 Shah Wali Ullah, Ezalat Ul Khifa an Khilafat Khulafa, 18
13 Ibn e Taimiyah, Minhaj Ul Sunah.,3:213
14 Abu Zuhra, Asool ul Fiqh, 201
15 Abu Zuhra, Abu Hanifa, 510
16 Ibn e Taimiyah, Fatawa, 20:300
17 Shafi, Kitab ul Um, 450
18 Al Taqrir wa Al Tahbir, 1:97
19 Ibn e Qayim, Aelam ul Muwaqeen, 1:24
20 Shatbi, Muwafqat, 3:41
21 Kashf ul Asrar, 576
22 Dulebi, Al Madkhal, 50
23 Al Tahber, 4:1679
24 Ahmad Hassan, The Doctrine of islam P: 121, Islamabad, 1
25 IBID,14,15
26 Ibid , 5
27 Abu Zahra, Usool ul Fiqh, 203
28 Nowawi, Al Majmoe,1:59
29 Shatbi, Al Etsam, 2:356
30- Saeed ul rahman, Isthsan,(bhisiat makhaz e qanaoon),maqalah phd
31 Whabah al zuhaili , Doctor, al.fiqh ul.islamiw adtltoo, 5:535
32 Al. qurtbi ,Abu Abdullah Muhammad bin Ahamd ,aljame ul quran,1: 50
33 Whabah al zuhaili , al.fiqh ul.islamiw adtltoo, 6:97
34 Habib Ul Rehman, Usool ul Fiqh, 324, 325
35 Aamdi, Al ahkam ,1:240
36 IBID
37 Shashi, Ali Bin Ahmad, Usool e Shashi, 291
38 Bukhari, Al Sahih, 4402
39 Shafi, Al Risalah, 460
40 Ibn e Qudamah, Rozatul Nazir, 78
41 Zarkshi, Al Bahr ul Muheet, 4:525
42 Jamul Al Jwame, 2:202
43 IBID
44 Juweni, Al Burhan, 1:725
45 Zarkashi, Manahil ul Irfan , 228
46 Abu awana, Musnad, 4057
47 Ahmad Bin Hanbal, Musnad, 4:298
48 Bukhari, Al Sahih, 1494
49 Umdat ul Ahkam, 249
50 Ibn e qayim , Aalam ul Muwaqeen, 3:38
51 Albani, Silsilat ul Ahadith Al Sahiha, 3:272
52 Ibn e Qayim, Zad ul Maad, 5:248
53 Ibn e Qayim , Aalam Ul Muwaqeen, 4:386
54 Dawat Fikr o Nazar, Majmooa Maqalat, 240
55 Ibn e Qayim, Al Sawaiq ul Mursalah, 2:623